کھِلا ضرور☆☆☆ مگر مُسکرا نہ سکا

حافظ محمد اسحاق سلفی

ویسے تو جو بھی انسان اس دنیا میں آیا ہے اس نے ایک نہ ایک دن دنیا فانی سے جانا ہے موت کا وقت نہ تو آگے ہوسکتا ہے نہ پیچھے " لایستاخرون ساعة و لایستقدمون " مگر کچھ اموات ایسی ہوتی ہیں جو باپ کو جوانی میں ہی بوڑھا بنا دیتی ہے، ماں کی مامتا کو تڑپا کر خوشیوں کو سسکیوں اور آہوں میں تبدیل کر دیتی ہیں، بہنوں کی روشن امیدیں اظہار خیال سے پہلے ہی کفن پوش ہوجاتی ہیں، بھائیوں کی محبت، شفقت، الفت و یگانگت اور امن و سکون والی زندگی رات کی تاریکیوں میں ڈوب جاتی ہے، عزیز و اقرباء کے فخر خاک میں مل جاتے ہیں، دوستوں کے ساتھ لطف و کرم کے معاملہ کی انتہا ہو جاتی ہے۔ایسی اموات میں سے ایک شہادت کی موت راقم کے بھانجے طویل القامت، معتدل جسامت، طبیعت میں شرافت، چہرہ پر طلاقت، افکار میں جذالت، کشادہ دل و جاں، حافظ خلیل الرحمٰن کی ہے۔کہ جس کی موت سے باپ کا بننے والا قوی سہارا ٹوٹ کر بکھر گیا، باپ کو عمرہ کرانے کی دل میں تمنا رکھنے والا اپنی آرزؤوں کو دل میں بسا کر دار فانی سے کوچ کر گیا، جس کی موت نے ماں کے دل سے چاہتوں کو نکال کر زندگی بھر کے لئے غم کا پہاڑ دے دیا، جس موت نے بھائیوں کے بازؤوں کو توڑ دیا، جو بھائی اس کے آنے پر اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے ان ہی بھائیوں کو اپنے بھائی کو قبر میں دفن کر کے اوپر مٹی ڈالنے پر مجبور کر دیا، جو بھائی اپنے اس بھائی کے کپڑوں کو خراب دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے انہی بھائیوں کی نظروں کے سامنے اس کے کپڑوں کو پھاڑ کر اتارا گیا، جو عزیز و اقارب دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے آج وہ بھی کہتے ہوئے نظر آرہے ہیں:

یوں تو سبھی موت کے رہے ہیں منتظر
مگر اچانک تیری جدائی نے سب کو رُلا دیا

جو بہن بھائی بھائی کہتے ہوئے تھکتی اور اکتاتی نہیں تھی وہی بہن بھائی جان بھائی جان تو پکار رہی ہے لیکن اس کا جواب دینے والا نظر نہیں آتا، اس کو پیار سے گود میں بٹھانے والا، محبت سے پیشانی کا بوسہ لینے والا، الفت سے اس کے لئے چیزوں کو خرید کر دینے والا اس کو نظر نہیں آرہا، جس جامعہ سلفیہ کے لئے وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر وسعت کے مطابق شہر سے کھالیں اکٹھی کر کے دیتا تھا، آج جامعہ سلفیہ بھی موجود ہے اس کے ساتھ محبت کا رشتہ رکھنے والے اساتذہ بھی موجود ہیں اور کھالیں بھی اکٹھی ہوں گی لیکن اس کار خیر میں حصہ ڈالنے والا حافظ خلیل

الرحمٰن دنیا میں کسی آنکھ کے سامنے نہیں آئے گا۔

یہ شہید 31-08-1985 کو شہر گوجرانوالہ میں اپنے ننھیال کے گھر پیدا ہوا۔ شہید کے والد مولانا عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ ورعاہ کریم ابن کریم اور شریف النفس ہیں جو شہر فیصل آباد کے عظیم مبلغ و مدرس اور مایہ ناز خطیب ہیں جن کی تبلیغ اسلام کا جال پورے فیصل آباد کو احاطے میں لئے ہوئے ہے، جن کی دلآویز خطابت سے متعدد افراد کو راہ ہدایت نصیب ہوئی ہے جن کے اوصاف حمیدہ کے صرف اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی معترف ہیں ،جن کی ملنساری، عجز وانکساری، مہمان نوازی ودلآویزی معروف ہے۔ان کے والد محترم حاجی خوشی محمد بھی نیک خو ،منکسر المزاج اور تلخ باتوں کا طلاقۃ الوجہ سے سامنا کرنے والے تھے۔ جو عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا عطاءاللہ حنیف رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بزرگ علماء کے ہم نوا وہم پیالہ تھے ،جن کی لیاقت وشرافت، لطافت ظرافت، رفاقت وظرافت بے مثل تھی ایسے عظیم والدین کے لخت جگر کی پیدائش پر شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے پہلا لقمہ گھٹی کے طور پر دیا، اس کی پیدائش کی خوشی میں والدِ شہید مولانا عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ نے دل میں نیت کی کہ میں اپنے بیٹے کو دین کی تعلیم دلاؤں گا تو جب اس نے زمانہ طفولیت کو خیر آباد کہا تو مشفق باپ نے بیٹے کو حافظ قرآن بنایا، سکول سے میٹرک کروایا، ملک پاکستان کی عظیم الشان دانش گاہ جامعہ سلفیہ میں درس نظامی کے لئے داخل کروایا، جامعہ سلفیہ میں ثانویہ کی کلاسز مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ایڈمیشن کروایا، وہاں اب تعلیم کا تیسرا سال جاری تھا مگر اس کو کیا علم تھا کہ اب اس کی امتحانی زندگی ختم ہوگئی ہے اب تو اس کے لئے "افرشوا له من الجنة ،البسوه من الجنة ،افتحوا له بابا الى الجنة " کی صورت میں نتیجہ کا وقت ہے۔

قارئین: موت کی عجیب شان بے نیازی ہے کہ وہ بعض اوقات چمن سے ایسا پھول توڑتی ہے جس سے گلستان کی تمام رونق وابستہ ہوتی ہے ،ایسے گلستاں کا اگر ایک پھول مرجھا جائے تو دوسرے پھول اس طرح سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

کتاب ِعلم لہو سے سجا کر کچھ لوگوں نے
سند تو نہ لی مگر مرتبہ بڑھا کے لوٹ گئے
سہانے خواب لئے آئے تھے اک در پہ وہ
ہماری آنکھ میں آنسو سجا کے لوٹ گئے

محترم قارئین! وہ تو جنتوں کا مہمان بن گیا۔ ماں کو غمزدہ، خالاؤں کو افسردہ اور ،ہمیں رُلا کر خود ابدی ودائمی

مسرتوں کو چہرے پہ سجا کر جنتوں کی نعمتوں سے محظوظ ہونے لگا۔مگر اس کی شہادت آج بھی حکمرانوں، صاحب ایوانوں، صاحب اقتدار لوگوں کو جھنجوڑ کر کہ رہی ہے:

موت برحق ہے لیکن میری گذارش یہ ہے
زندہ انسانوں کا جنازہ نہ اٹھایا جائے
میں بتاؤں گا زخم کی لذت کیا ہے
پھول کا مجھ سے تعارف تو کرایا جائے
قدر جس سے رسن ودار کی گھٹ جاتی ہے
مجھ کو اس حرف ندامت سے بچایا جائے

اس کی شہادت پر والدین سے تعزیت کرنے کی بجائے الزام تراشیاں کرنے والو:

کیا اس کا حصول تعلیم کے لئے اپنی ماں کی مامتا کو چھوڑنا کیا اتنا بڑا جرم تھا کہ شہیدوں کی تعداد کم دکھانے کے لئے اس کو غیر ملکی قرار دے کر سرد خانے میں رکھ دیا گیا؟ کیا باپ کا سایہ عاطفت چھوڑ کر لوگوں کو روشنی کی طرف لانے کی تعلیم کو حاصل کرنا اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کی میت کو ڈھانپنے کے لئے دو کپڑے بھی نہ دیئے جا سکے۔کیا اپنے پیارے بھائیوں کو چھوڑ کر، ماموؤں، خالاؤں کی الفتوں کو چھوڑ کر پردیسیانہ زندگی گزارنا اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کی میت کو اس کے گھر پہنچانے کے لئے تابوت اور گاڑی کا انتظام بھی نہ کیا گیا؟

لوگوں کی فلاح و بہبود کے سائن بورڈ اور بڑے بڑے دیوہیکل بورڈ لگانے والے کہاں گئے؟''فلاح انسانیت'' کا دعوی کرنے والے، اپنے اقتدار کی خاطر احتجاج کرنے والے، اپنی عزت وحشمت کی خاطر جلوس نکال کر لوگوں کا قتل عام کرانے والے کہاں گئے؟ کہاں گئے ان کے دعوے، کہاں گئیں ان کی تنظیمیں، اس عظیم سانحہ پر ان کا جوش کہاں گیا، ان کے ولولے کہاں دب گئے، ان کے سلوگنز کی آواز کیوں مدھم ہوگئی، انسانیت کے ساتھ ظلم وبربریت کا سلوک دیکھ کر بھی کیوں بیدار نہیں ہوئے؟

ہاں ایسے پریشانی کے عالم میں جب کہ ہر طرف ہُو کا منظر تھا۔ہر سُو سناٹا چھایا ہوا تھا، انسانیت کے ساتھ ظلم وبربریت کا سلوک دیکھ کر AYF اہلحدیث یوتھ فورس اور ASF اہلحدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوانوں نے انسانیت کے ساتھ ہمدردی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کیا اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ان شہداء سے وفاداری کرتے ہوئے ایمبولینس، تابوت وغیرہ کا اہتمام کیا اور شہداء کی میّتوں کو والدین کے گھروں تک بھی پہنچایا۔اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین

"واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ" "جزاھم اللہ خیر الحسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ"